(۲۸)

افراط وتفریط مُہلک مرض ہے

(فرمودہ ۲۶۔جون ۱۹۱۴ء)

تشہّد وتعوّذ اورسورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:۔

وَاِذِاسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ[1]

اس کے بعد فرمایا:۔

افراط وتفریط، ان دونوں نے کُل دنیا کے مذاہب کو تباہ کر دیا ہے۔انسان ایک حد تک بہت کم رہتا ہے۔کئی جوش میں آ کر حد سے آگے نکل جاتے ہیں اور کئی ضعف سے بالکل ہی پیچھے رہ جاتے ہیں۔اصل منزل مقصود تک بہت کم لوگ پہنچتے ہیں۔کئی لوگوں نے حد سے بڑھ کر ایسا کہہ دیا کہ خدا ایک نہیں ہے بلکہ ایک سے زیادہ خدا ہیں۔پھر بعض نے تو اس پر ہی بس نہیں کی بلکہ ایک ایک شہر، پھر ایک ایک قبیلہ، پھر ہر ایک گھر کا ایک ایک خدا بنا دیا۔پھر دوسرے آئے انہوں نے کہہ دیا کہ خدا کوئی ہے ہی نہیں، ہم خود بخود پیدا ہوئے ہیں اور جو کچھ دنیا میں ہے آپ ہی آپ سے بن گیا ہے۔ایک گروہ افراط میں تباہ ہو گیا اور ایک گروہ تفریط میں۔

پھر بعض گروہ ایسے ہیں جنہوں نے بعض انبیاء کو خدا بنا دیا۔اور ایک گروہ نے تو کہہ دیا کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔خدا نے اس کو ہماری خاطر صلیب پر لٹکا دیا اور ہمارے گناہ معاف ہو گئے۔دوسرا گروہ اٹھا انہوں نے کہا کہ وہ (حضرت عیسیٰ ابن مریم) تو نَعُوۡذُ بِاللّٰهِ لعنتی تھا اور

فریبی تھا اور اس پر اپنے ناپاک اور گندے خیالات سے طرح طرح کے الزامات لگائے۔ تمام مذاہب میں ان دو ہی وجھوں سے اختلافات پیدا ہوئے اور ان میں باطل پھیلا۔

اسلام میں بھی دوسرے مذاہب کی طرح ایسے گروہ پیدا ہو گئے۔ اور ایک گروہ ان میں سے ایسا ہوا جس نے اہل بیت نبیؐ پر بڑے بڑے ناپاک حملے کئے اور ان کو گندہ کہا اور انہوں نے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ اہل بیت نبیؐ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ناپاک تھے۔ اور ایک گروہ ایسا پیدا ہوا جس نے ان کی تعریف میں ایسا مبالغہ کیا کہ حد سے بڑھ گئے اور کہا ان سے کبھی کوئی غلطی ہو سکتی ہی نہیں۔ کچھ ایسے ہوئے کہ اگر صحابہ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو ان کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ کچھ ایسے ہوئے جنہوں نے کہہ دیا جو کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے ہمارا کچھ اختیار نہیں، ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ سب کچھ خدا ہی کرتا اور خدا ہی کرواتا ہے ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ دوسروں نے ایسا کہہ دیا کہ خدا کا کسی بات پر تسلط ہی نہیں جو کرتے ہیں ہم خود کرتے ہیں۔ ایک تو اتنا حد سے بڑھ گئے کہ خدا ہی کرتا کرواتا ہے۔ خدا ہی چوری، جھوٹ اور برائیاں کرواتا ہے۔ دوسروں نے کہا کہ سب کچھ ہم خود ہی کرتے ہیں خدا کا اس میں دخل ہی کوئی نہیں۔ تو افراط و تفریط سے ہی تمام مذاہب پر تباہیاں آئیں حالانکہ ان سب کیلئے ایک نقطہ وسط تھا جس پر وہ جمع ہو سکتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مرنے کے بعد کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جو افراط و تفریط سے بچانے کیلئے آپ نے فرمایا:۔ کہ ایک پُل صراط ہے جس پر سے گزر کر جنت کو جانا ہوگا۔ جو اس پر سیدھا چلے گا اور ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہوگا وہ جنت میں پہنچ جاوے گا اور ذرا ادھر ادھر ہوگا تو دوزخ میں گرے گا [۲] معجزات ایک زندہ نشان ہوتے ہیں مذہب کیلئے۔ اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بہت بڑی فوقیت دوسرے مذاہب پر دی ہوئی ہے۔ اور یہ ایک نشان ہے خدا کی طرف سے۔ اس سے اسلام کو ہر وقت تائید و نصرت ہوتی ہے مگر بعض مسلمانوں نے اس کو یہاں تک بڑھا دیا کہ اپنے پیروں کو خدا کا شریک ٹھہرا دیا اور کہہ دیا کہ ان سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ اور جو کچھ ہے انہی کے اختیار میں ہے اور وہ جو کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ دوسرے آئے انہوں نے کہہ دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اب اللہ تعالیٰ کسی سے کلام نہیں کرتا۔ گویا خدا تعالیٰ کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ گونگا قرار دیا۔ بعض نے کہہ دیا کہ پہلے بھی کبھی اللہ تعالیٰ کسی سے ہمکلام نہیں ہوا اور نہ ہی اب کسی سے ہمکلام ہوتا ہے اور الہام وغیرہ کوئی چیز نہیں۔ یہ

صرف نیچر کے اسباب دیکھ کر جو دل میں کوئی عمدہ بات پیدا ہو جاوے۔اس کا نام الہام رکھ دیا گیا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کا ترجمہ کرتے ہوئے لوگوں نے ایسی ایسی تاویلوں سے کام لیا کہ اصل مطلب کو ضائع کر دیا۔کئی تو حد سے بہت آگے نکل گئے اور کئی نے اس کو محال خیال کر کے اور ہی تاویلیں کر دیں اور وہاں تک پہنچے ہی نہیں۔اور معجزات کو بُری طرح پیش کیا مثلاً نَاقَةُ اللّٰهِ اس کے متعلق طرح طرح کے خیالات ظاہر کئے اور عجیب عجیب تشریحیں شروع کر دیں۔نَاقَةُ اللّٰهِ اللہ کی اونٹنی ۔یہ کوئی معمولی سی اونٹنی تو نہ ہوگی۔اب لگے اس کی تاویلیں کرنے۔بعض نے کہہ دیا کہ کفار نے معجزہ مانگا تھا کہ پہاڑ سے اونٹنی نکالوں جس کے بچہ بھی ہو۔پس حضرت صالح علیہ السلام نے دعا کی تو فوراً پہاڑ اونچا ہونا شروع ہو گیا اور اس میں سے ایک اونٹنی نکل آئی۔پھر اونٹنی کو فوراً ہی حمل ہو گیا اور اسی وقت ایک بچہ اس کے پیدا ہو گیا۔دوسرے آئے انہوں نے اسلام کی تائید میں جو حقیقی معجزات تھے ان کی بھی تاویلیں شروع کر دیں اور تمام حق باتوں کو مٹانا چاہا۔نہ تو حد سے بڑھنے کی ضرورت تھی اور نہ ہی کسی اور طرف جانے کی ضرورت تھی۔اگر جیسا قرآن کریم نے لکھا ہے ویسا کرتے تو یہ ٹھوکریں نہ لگتیں۔یہاں قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ان میں الفاظ کی کمی یا زیادتی کرنا جائز نہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مصر سے نکلے۔رستے میں ایک جگہ پانی کی ضرورت پڑی۔پانی کہیں سے نہ ملا۔اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام ان کو بتلا دیا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔انہوں نے ایسا ہی کیا۔اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

یہ نظارے عموماً دیکھے جاتے ہیں کہ پہاڑوں میں کئی جگہوں میں پانی جمع ہوتا ہے اور موقع ملے تو وہ بہہ نکلتا ہے۔ایسی جگہ ہر ایک آدمی معلوم نہیں کر سکتا۔آج کل کچھ ایسے علوم نکل آئے ہیں جن کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو) بذریعہ الہام بتلا دیا کہ فلاں جگہ پانی نزدیک ہے وہاں سوٹا مارو پانی نکل آئے گا۔انہوں نے حکم الٰہی کے مطابق کیا۔وہاں سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض جگہوں میں سترہ سترہ چشمے ایک پتھر سے نکلتے ہیں۔اس میں ایک سہولت ہوتی ہے کہ بہت سے لوگ جمع ہوں تو ایک ہی جگہ پر ان کو پانی لینے میں تکلیف ہوتی ہے مگر بہت سا پانی ہو تو وہاں

سے پانی لینے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔اس سے ان کے اختلافات بھی مٹ گئے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کی جیب میں کوئی پتھر تھا اس میں سے وہ چشمے نکلے تھے۔یہ غلط ہے۔یہ قرآن کریم میں ذکر ہے۔اگر احادیث میں ہوتا تو جرح بھی ہوسکتی تھی۔لیکن اب اس پر جرح نہیں ہوسکتی۔یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان تھا کہ پانی کی جگہ الہام کے ذریعہ ان کو بتلائی۔وہ ہمیشہ سے احسان کرتا آیا ہے اور کرتا رہے گا۔اس پر ہمیں اعتراض کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔اور ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ قرآن کریم کے الفاظ کو چھوڑ کر خواہ نخواہ افراط وتفریط میں مبتلا ہوں۔اکثر لوگوں کو معجزات کے متعلق بڑی بڑی غلطیاں لگی ہیں۔میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا کہ (وہ سیاہی جو کشف کی حالت میں حضرت صاحب کے کپڑوں پر گری تھی) وہ کسی چھپکلی کی دم کٹ گئی ہوگی اور وہ لہو آپ کے کپڑوں پر گرا ہوگا۔میں نے تب خیال کیا کہ ابھی اس زمانہ میں ہی لوگوں کو شک اور احتمال شروع ہوگئے ہیں تب مدت کے بعد ان کا کیا حال ہوگا تب تو یقین تک نوبت پہنچ جاوے گی۔

مومن کیلئے افراط وتفریط سے بچنے کا آسان اور عمدہ طریق یہی ہے کہ اصل الفاظ کو لے لے۔نہ افراط کی طرف جاوے اور نہ تفریط کی طرف۔بعض لوگ مباحثہ کرتے وقت کہہ دیتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں کہ عیسیٰ کو زندہ رکھ سکے اور آسمان پر لے جاوے۔خدا قادر تو ہے اور وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ایک چنے کے دانے سے ایک چشمہ نکال دے مگر ''کرسکنا'' اور ''کرنا'' ان میں فرق ہے۔قادر ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ عیسیٰ زندہ آسمان پر ہے۔یا ایک چنے کے دانے سے چشمہ نکلتا ہے۔میں اس وقت اس مسجد میں کھڑا ہوں تو ممکن تو ہے کہ میں باغ میں ہوں۔ہوسکتا ہے کہ ایک شخص یہاں ہو مگر وہ کسی اور شہر میں ہو۔ممکن تو ہے کہ ایک شخص یہاں ہو لیکن وہ ریل میں سفر کر رہا ہو۔لیکن ایسا فی الواقع ہے تو نہیں۔معجزات اور آیات کی تشریح اور معانی میں اصل الفاظ کو ملحوظ رکھو۔اللہ تعالیٰ کے کاموں میں ایسا کرنا گستاخی ہے۔مومن کو چاہئے کہ ہمیشہ محفوظ طریق اختیار کرے۔جتنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پس اسی پر اکتفاء کرے۔

(الفضل ۲۔جولائی ۱۹۱۴ء)

۱؎ البقرۃ:۶۱

۲؎ مسلم کتاب الایمان باب ادنیٰ اھل الجنۃ منزلۃ فیھا۔